HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

معلم کے مذہبی حقوق و آداب: شریعت اسلامیہ کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

Teachers' Rights and Reverences: A Research Review in the Context of Islamic Sharia

Ameer Hamza Qadri
Ph.D. Scholar Department of Islamic Studies B.Z.U. Multan
Dr. Allah Ditta
Assistant Professor F.G. Degree College for Women Multan Cantt,
profabughufran475@gmail.com +923005113462

ABSTRACT

Allah Almighty has made the creation of human beings and awarded him the status of "Ashraf-ul-Makhloqat" and "Khalifah-tul-llah fil ardh". Man has been given all the greatness and goodness by the Allah Almighty only because of knowledge otherwise there were angels who were better from Man in worship, compliance and obedience. It is a universal fact that acquisition of knowledge is conceivable from numerous outer sources, including teaching and learning. The teacher is the center of education and he is solely responsible to educate the society, without which the formation of healthy society is impossible. All the developed nations and societies have granted the teachers a special position and status in the society. Islam has given the greatness and superiority to the teacher which have not been provided by any society or community of the world. In this article, the status of teacher and his religious rights and reverences provided to him by the Quran and Sunnah have been discussed and examined. This research aims at to present the true status of the teacher which have been neglected by the society due to materialistic approach of the society. This study will also promulgate the respect and status of teacher in our society and teacher could impart his role in a better way towards building a strong nation.

Key Words: - Teachers, rights, reverences, Quran, Sunnah, Students,

تمہید

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور خلیفۃ اللہ کا تاج اس کے سر پر سجایا۔ انسان کو یہ شرف و منصب اس کے مرتبہ علم کی وجہ سے ودیعت فرمایا گیا ورنہ عبودیت، تعمیل حکم اور تقوی کی خصوصیات میں گروہ ملائکہ حضرت انسان سے کہیں بڑھ کر تھا۔ علم کے حصول بہت بڑا ذریعہ تعلیم و تعلم ہے اور اس شرف سے بہرہ مند کرنے والا شخص استاد کہلاتا ہے۔ قرآن و سنت میں اساتذہ کے حقوق و آداب کے بارے میں بڑی تاکید و تلقین کی گئی ہے۔ مقالہ زیر بحث میں اساتذہ کے انہی حقوق و آداب سے بحث کی گئی ہے اس ضمن میں بہت سے اہم سوال بھی پیدا ہوتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں اساتذہ کے کون سے حقوق و آداب بیان کیے گئے ہیں؟ استاد کو شریعت اسلامیہ میں کون سی حیثیتیں حاصل ہیں؟ ان حیثیتوں سے اساتذہ کو کون سے حقوق و آداب حاصل ہیں؟ باپ اور استاد میں کس کا حق فائق ہے؟ اساتذہ کے جو حقوق شریعت اسلامیہ میں بتائے گئے ہیں کیا یہ صرف مسلم اساتذہ کے لئے مخصوص ہیں یا غیر مسلم اساتذہ کو بھی حاصل ہیں؟ اساتذہ کی اطاعت کس حد تک کی جائے گی؟ کیا غیر شرعی امور یا احکامات میں بھی استاد کی اطاعت کرنی ہوگی؟ یہ اور اس طرح کے دیگر بہت سے سوالوں کے جوابات اس تحقیق میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس تناظر میں تجزیاتی تحقیق کی مدد سے نتائج کو واضح کیا گیا ہے۔

معلم کے مذہبی حقوق:۔

کسی بھی شخص کو معاشرے یا سماج کی طرف سے جو حقوق حاصل ہوتے ہیں وہ معاشرتی حقوق کہلاتے ہیں یونہی اساتذہ کے مذہبی حقوق سے مراد ایسے حقوق و آداب ہیں جو انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں دین اسلام کی طرف سے عطا کیے گئے ہیں۔ حقوق سے کیا مراد ہے اور اس کا مطلب و معنی کیا ہے؟ اہل لغت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

نے حق کے متعدد معنی بیان کیے ہیں۔علامہ زمخشری نے اس کے معنی ثابت اور واجب کے بیان کیے ہیں۔[1] فیروز اللغات میں حق کے چودہ معانی بیان کیے گئے ہیں۔جن میں سے لائق ، واجب،ثابت، قائم،فرض، ذمہ داری،صلہ،بدلہ،معاوضہ،مزدوری،انعام، موضوع زیر بحث سے متعلق ہیں اور قابل ذکر بھی ہیں۔[2] المنجد میں اسے فرد یا جماعت کے ثابت شدہ یا واجب حصے کے معنی میں بیان کیا گیا ہے [3]۔ قرآن پاک میں یہ لفظ حصہ کے معنی میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ[4]

اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔

"حق"کی جمع"حقوق"آتی ہے،اس کی تعریف فقہاء نے مختلف انداز سے کی ہے،اس کی چند تعریف ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔حق ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے اوپر صاحب حق کو تصرف کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے،جیسا کہ "الموسوعۃ الفقہیہ"کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

الْمَحَل الَّذِي يَجْرِي عَلَيْهِ التَّصَرُّفُ يُسَمَّى حَقًّا [5]

ہر وہ محل جس کے اوپر تصرف کا اختیار جاری ہو جاتا ہے اس کو حق سے موسوم کیا جاتا ہے۔

"الموسوعۃ الفقہیہ"میں دوسری جگہ کچھ اور انداز سے حق کی تعریف کی گئی ہے کہ لغت کے اعتبار سے ان امور کو حق کہا جاتا ہے جو ثابت اور موجود ہوں۔اور فقہاء کی اصطلاح میں آدمی کے مصالح کی وجہ سے مقتضائے شریعت کے مطابق جو چیز اس کے لئے ثابت ہوتی ہے اسے حق کہا جاتا ہے،عبارت ملاحظہ فرمائیے:

الْحُقُوْقُ جَمْعُ حَقٍّ، وَالْحَقُّ لُغَةً الأَمْرُ الثَّابِتُ الْمَوْجُوْدُ، وَاصْطِلاحًا يَسْتَعْمِلُهُ الْفُقَهَاءُ فِيْمَا ثَبَتَ لِإِنْسَانٍ بِمُقْتَضَى الشَّرْعِ مِنْ أَجْلِ مَصَالِحِهِ[6]

حقوق حق کی جمع ہے اور حق کے معنی لغت میں ایسے امور ہیں جو ثابت ہوں موجود ہوں۔اور فقہاء کی اصطلاح میں ایسی چیز میں حق کا استعمال ہوتا ہے جو چیز انسان کے لئے اس کے مصالح کی وجہ سے شریعت کے مقتضی کے مطابق ثابت ہو۔

ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ معلم کے مذہبی حقوق سے مراد ایسے امور، مراعات،سہولیات یا رعایات کے ہیں کہ جنہیں شریعت اسلامیہ نے معلم کے لیے ثابت شدہ اور واجب قرار دیا ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہ صلہ یا انعام ہے کہ جو معلم کو تعلیم و تعلم کے بدلے میں اپنے متعلقین سے یا معاشرے سے حاصل ہوتا ہے اور جس کو بجا لانا شریعت نے ضروری و لازمی قرار دیا ہے۔یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ علم و عمل کی جتنی فضیلت و تاکید دین اسلام نے بیان کی ہے کسی مذہب نے بھی بیان نہیں کی بالکل اسی طرح دین اسلام نے استاد کے جتنے حقوق بیان کیے ہیں وہ وہ دنیا کے کسی مذہب یا معاشرے نے عطا نہیں کیے۔استاد کو اسلام نے تین طرح کے منصب یا شرف عطا کیے ہیں۔اور انہی مناصب کے لحاظ سے ہی اس کے حقوق بیان کیے ہیں۔

1۔معلم بحیثیت باپ
2۔معلم بحیثیت مرشد
3۔معلم بحیثیت استاد

سطور ذیل میں اب ان کا تفصیلی جائزہ بالترتیب پیش خدمت ہے۔

1۔معلم بحیثیت باپ

اسلام میں استاد کو باپ کے برابر شمار کیا گیا ہے،اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ[7]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

میں تمھارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں میں تمھیں علم سکھاتا ہوں۔

یہاں اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے بطور معلم اپنے آپ کو باپ کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ استاد باپ کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔

ایک اور روایت بھی اسی حوالے سے ہمارے معاشرے میں حدیث نبوی ﷺ کے نام سے بہت مشہور ہے:

إن آبائك ثلاثة: من ولدك، ومن علمك، ومن زوجك، وخير الآباء من علمك[8]

تمہارے تین باپ ہیں ایک وہ جو تجھے عدم سے وجود میں لایا دوسرا وہ جس نے تمہیں پڑھایا لکھایا اور تیسرا وہ جس نے تمہیں بیٹی دی اور ان میں سب سے بہتر تمہارا استاد ہے۔

یاد رہے کہ ایسی کوئی روایت حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی حتی کہ موضوع روایات کی کتابوں میں بھی اس روایت کا کہیں وجود نہیں ملتا اس لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف اس روایت کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔[9] حیرت یہ ہے کہ یہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ اور نیشنل بک فاؤنڈیشن کی گیارہویں جماعت کی اسلامیات لازمی کی درسی کتاب میں بھی شامل ہے۔[10] البتہ کچھ شیعہ کتب میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔[11] تاہم کچھ علما کے اقوال اس حوالے سے موجود ہیں جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ ایک انسان کے چار باپ ہیں پہلا صلبی باپ، دوسرا سسر، تیسرا مرشد اور چوتھا استاد۔[12] باپ ہونے کی حیثیت سے استاد کے وہی حقوق ہیں جو ایک باپ کے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ڵ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ[13]

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ 'اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ان کیلئے شکر کروں اور یہ کہ نیک کام کروں جن کو آپ پسند کریں اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح اور تقویٰ دے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔

یعنی یہاں پر ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہیں رکھی گئی کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنے حقِ جلیل کے ساتھ شمار کیا اور فرمایا کہ شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ کہ اللہ تعالی کے بعد ماں باپ کا حق سب سے زائد ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا اپنے وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جہاد۔[14] ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہے کہ اللہ تعالی کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔[15]

ماں باپ کے حقوق میں ہے کہ ایسی تواضع اور تملُّق کرے اور ادائے خدمت کرے کہ وہ راضی ہو جائیں۔ جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرے، بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرے، ان کو نام لے کر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پہل نہ کرے، امر بالمعروف نہی عن المنکر میں نرمی کرے۔ ایک بار کہے، اگر وہ قبول نہ کریں تو خود سلوک کرتا رہے اور ان کے لیے دعا و استغفار کرتا رہے، اور یہ بات قرآنِ پاک سے نکالی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علی نبینا و ﷺ کی اپنے باپ کو نصیحت کرنے سے۔ یعنی حضرت ابراہیم ﷺ نے ایک مرتبہ نصیحت کرنے کے بعد کہہ دیا تھا کہ اچھا اب میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں جیسا کہ سورۂ مریم کے تیسرے رکوع میں آیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ ان کی اطاعت حرام میں تو ناجائز ہے، لیکن مشتبہ امور میں واجب ہے۔ اس لیے کہ مشتبہ امور سے اِحتیاطِ تقویٰ اور ان کی رضا جوئی واجب ہے۔ پس اگر ان کا مال مشتبہ ہو اور وہ تیرے علیحدہ کھانے سے مکدر ہوں تو ان کے ساتھ کھانا چاہیے۔ حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کے والدین حیات ہوں اور وہ ان کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو، اس کے لیے جنت کے دو دروازے نہ کھل جاتے ہوں۔ اور اگر ان کو ناراض کر دے تو اللہ اس وقت تک راضی نہیں ہوتے۔[16] یعنی اس اعتبار سے جو حقوق ماں اور باپ کے آتے ہیں۔ ویسے ہی استاد بھی اس لائق ہے کہ اس کا بھی ماں باپ کی طرح ادب و احترام کیا جائے اور اس سے ویسا ہی سلوک کیا جائے کہ جو ماں اور باپ سے کیا جاتا ہے۔

2۔ معلم بحیثیت مرشد

استاد کو بعض بزرگوں نے مرشد کی حیثیت سے بھی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ مناوی نے استاد کو روح کا باپ قرار دیا ہے[17] اور روح و باطن کی تربیت کرنے والے کو ہی مرشد کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے استاد مرشد یا پیر بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے استاد کے حقوق و آداب وہی قرار پائیں گے جو کہ ایک مرشد یا پیر کے ہوتے ہیں۔ مرشد یا پیر کے حقوق کے بارے میں مولانا احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدّق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذاللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اُڑتا دیکھے جب پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے، ہنسنا تو بڑی چیز ہے، اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے۔ جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے۔ اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے۔ اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے۔ غرض اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کاربند رہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہو گا تو ہر وقت اللہ عزوجل و سید عالم ﷺ و حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور پرنور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین ﷺ اور ان سے اللہ رب العٰلمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لا سکتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم[18] پس معلوم ہوا کہ استاد کو بھی وہی ادب و احترام دیا جائے کہ جو پیر و مرشد کو دیا جاتا ہے اور اس کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں کہ جیسے حقوق پیر و مرشد کے ہیں۔

3۔ معلم بحیثیت استاد

اس مادرگیتی میں اللہ رب العزت نے حضرت انسان کو دو طرح کے منصب عطا کیے ہیں۔ کچھ وہبی ہیں اور کچھ کسبی ہیں۔ وہبی رتبے صرف اللہ کی عطا سے ملتے ہیں اور ان میں انسان کی محنت و کوشش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر انبیاء اور رسول۔ جب کہ کسبی مناصب کو حاصل کرنے میں بنیادی طور پر انسان کی محنت اور کوشش کا دخل عطا ہوتا ہے۔ عموماً تمام دنیاوی مناصب و رتبوں کے حاصل کرنے میں انسان کی کسب و جدوجہد کا ہی عمل دخل ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کو اللہ رب العزت نے سید المرسلین ﷺ بنا کر مبعوث فرمایا جو کہ ایک وہبی منصب ہے لیکن جب انہوں نے کسبی مناصب میں سے کسی کو شرف افتخار و سرفرازی بخشی تو اپنے آپ کو معلم کی طرف نسبت کی۔ چنانچہ حدیث پاک ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[19]

بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

ااور اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اپنے معلم ہونے کے منصب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ [20]

اللہ جو نہایت مہربان ہے۔ اسی نے قران سکھایا۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت آدم کو علم الاسماء کے سکھانے کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد قرآنی ہے:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[21]

اور اس نے سکھا دیئے آدم کو ساری چیزوں کے نام۔

ایک مقام پر سید المرسلین ﷺ کو علم سکھانے کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ [22]

اور آپ کو وہ کچھ سکھایا ہے جو آپ کو معلوم نہ تھا۔

چنانچہ اس لحاظ سے استاد کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس منصب پر فائز ہے کہ جو انبیاء و مرسلین کا منصب رہا ہے اسی وجہ سے علماء کو نائب انبیاء کہا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ عالمِ دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استادِ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائبِ حضور پُر نور سیّد عالم ﷺ ہے، ہاں اگر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے ہر گز نہ کرے۔[23] اس لیے کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

لا طاعة لأحدٍ في معصية الله تعالى[24]

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ استاد کا ہر حکم ماننا ضروری ہے ماسوا اس کے کہ استاد اسے کوئی خلاف شریعت حکم دے۔ شیخ عبد اللہ ناصح علوان استاد کے حقوق کے متعلق لکھتے ہیں کہ "طالب علم کو چاہیے کہ استاذ کے پاس اچھی ہیئت، پاک صاف ستھرے کپڑوں میں حاضر ہو خصوصًا اگر علم کا حلقہ قائم ہو تو اور بھی اہتمام کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ ذکر اور عبادت کے لیے اکٹھا ہونے کی مجلس ہے۔ طالبِ علم کو چاہیے کہ جب استاذ کے پاس جائے تو اس کا دل دوسرے دھندوں سے فارغ اور نفس نفسیاتی ضروریات سے یکسو ہو تاکہ استاذ کی بات یاد رکھ سکے اور جو وہ کہے اس کے لیے سینہ منشرح ہو، اور طالبِ علم کو چاہیے کہ جب وہ مجلسِ علم میں جائے اور استاذ وہاں موجود نہ ہو تو استاذ کا انتظار کرے تاکہ کوئی حصہ ٔ درس فوت نہ ہو جائے، وہاں پہنچ کر استاد کو بلانے کے لیے دروازہ وغیرہ نہیں کھٹکھٹانا چاہیے، اور اگر استاذ آرام فرما ہوں تو ان کے جاگنے کا انتظار کرنا چاہیے یا پھر اس وقت واپس لوٹ جانا چاہیے اور پھر دوبارہ حاضر ہو جانا چاہیئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کیلیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ کر ان کے جاگنے کا انتظار کیا کرتے تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ کیا ہم ان کو جگا نہ دیں؟ تو وہ فرماتے: نہیں، اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ وہ کافی طویل انتظار کرتے تھے اور دھوپ تیز ہو جایا کرتی تھی، یہی سلفِ صالحین کی عادت تھی۔ طالبِ علم کو چاہیے کہ جب استاذ کو کسی حکم کی کوئی دلیل یا کوئی نیا فائدہ بیان کرتے سنے یا کسی واقعہ کو نقل کرتے یا شعر کو پڑھتے سنے اور اسے وہ پہلے سے یاد ہو تو اس کو چاہیے کہ استاذ کی طرف ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح سنے گویا وہ اس سے فائدہ اٹھانے والا اور ایسا پیاسا ہے کہ اس سے اس کی سیرابی کا انتظام ہو رہا ہے اور اس سے قبل اس نے یہ بات ہر گز نہیں سنی تھی۔[25]

مولانا امجد علی اعظمی اساتذہ کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "استاذ کا ادب کرے اس کے حقوق کی محافظت کرے اور مال سے اس کی خدمت کرے اور استاد سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس میں پیروی نہ کرے۔ استاذ کا حق ماں باپ اور دوسرے لوگوں سے زیادہ جانے اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے، جب استاذ کے مکان پر جائے تو دروازہ پر دستک نہ دے بلکہ اس کے بر آمد ہونے کا انتظار کرے۔"[26] استاد کے آداب بیان کرتے ہوئے علماء نے دروازہ نہ کھٹکھٹانے کا اصول قرآن کی اس آیت سے اخذ کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ[27]

بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ رکھنے والے نہیں ہیں۔

استاد کا یہ بھی حق ہے کہ استاد کی دنیوی و اخروی فلاح کے لیے دعا کی جائے۔ بلکہ عبد المصطفی اعظمی نے یہاں تک لکھا ہے کہ جب کوئی شخص روضہ رسول پر حاضر ہو تو وہ استادوں اور دوستوں اور اپنے تمام عزیزوں کی طرف سے بھی سلام عرض کرے اور سب کے لئے بار بار شفاعت کی بھیک بھی طلب کرے[28] یعنی ایسے اہم موقع پر بھی اپنے استاد کو یاد رکھے۔

استاد کی اقسام

استاد کی دینی اعتبار سے دو اقسام ہیں: مسلم استاد اور غیر مسلم استاد۔ ذیلی سطور میں ان کے حقوق و آداب کی وضاحت کی جاتی ہے:

مسلم استاد

استاد کے جو آداب اوپر بیان کیے گئے ہیں وہ سارے کے سارے مسلم استاد کے لیے بجالانا ضروری ہے اور اگر بفرض محال اوپر بیان کی گئی تینوں حیثیتوں سے صرف نظر کر بھی لیا جائے تو پھر بھی استاد کا مسلمان ہونا ایک ایسا حق ہے کہ کم از کم اس کی بجا آوری ہی کی جائے تو اساتذہ کے آداب کو کافی حد تک بجالایا جاسکتا ہے۔ بکثرت احادیث و آثار میں بتایا گیا ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔[29] مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی بھی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔[30] اس کی پیٹھ پیچھے اس کی غیبت نہ کرے۔ جب ملاقات کرے تو سلام کہے۔ اگر وہ اسے دعوت دے تو وہ قبول کرے۔ چھینک کا جواب دے۔ بیمار ہو جائے تو عیادت کرے۔ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔[31] اس کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کی خیر خواہی کرے۔[32] اس کو حقارت سے نہ دیکھے۔ اسے رسوا و ذلیل نہ کرے۔ اس سے قطع تعلق نہ کرے[33] تحفے تحائف میں اس کو ضرور یاد رکھا جائے۔ سالن بنایا جائے تو بھجوایا دیا جائے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کی جائے۔[34] ان تمام امور میں حتی الامکان اس کی رعایت کی جائے۔ چنانچہ اس حیثیت سے بھی اساتذہ کے حقوق روز افزوں ہیں۔

غیر مسلم استاد

متذکرہ بالا سطور میں جو حقوق و آداب بیان کئے گئے ہیں۔ وہ صرف مسلم اساتذہ کے لئے ہیں تو کیا غیر مسلم اساتذہ کا کسی بھی قسم کا کوئی حق و ادب نہیں ہے اور صرف مسلم استاد کا ہی ادب کیا جائے گا۔ تو اس ضمن میں حتی الامکان یہ کوشش کی جائے کہ غیر مسلم کو استاد بنانے سے بچا جائے۔ کیونکہ غیر مسلم استاد دوران لیکچر کفر کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور دین اسلام پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔ یوں کمزور ایمان والوں کے متاثر ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔ اس لیے انہیں استاد بنانے سے بچا جائے۔ بلکہ فاسق و فاجر شخص کو بھی استاد نہ بنایا جائے بلکہ نیک و صالح شخص کو استاد بنایا جائے تا کہ اچھی تربیت بھی ہو سکے۔ امام احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ عمران بن حطان رقاشی کا قصّہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا، خارجی مذہب کی عورت کی صُحبت میں مَعاذَ اللہ خود خارجی ہو گیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اُسے سُنّی کرنا چاہتا ہے۔ جب صُحبت کی یہ حالت تو اُستاد بنانا کس دَرجہ بدتر ہے کہ اُستاد کا اثر بَہُت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، تو غیر مذہب عورت (یا مرد) کی سِپُردگی یا شاگردی میں اپنے بچّوں کو وُہی دے گا جو (خود) آپ (ہی) دین سے واسِطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچّوں کے بددین ہو جانے کی پروا نہیں رکھتا۔"[35] لیکن اب بہت سے امور میں استاد بنانا مجبوری بھی ہے اور ضرورت بھی، بالخصوص جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں تو ان میں خیال رکھا جائے کہ دینی امور میں کافر کو استاد نہ بنایا جائے بلکہ دنیوی علوم و فنون میں ہی استاد بنایا جائے۔[36] اور جب استاد غیر مسلم ہو تو اس کا بھی ادب کیا جائے گا۔[37] شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ استاد اگر فاسق یا کافر ہو تو بھی اس کی تعظیم اور ادائے حقوق میں کمی نہ کرے، ہاں دل سے بُرا سمجھے۔[38] لیکن اس کے لیے تعظیمی الفاظ، القاب و آداب وغیرہ استعمال کرنے سے بچا جائے۔ اس لیے کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ»[39]

منافق کو سردار مت کہو کیونکہ اگر وہ سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کر دیا۔

خلاف شریعت امور میں اطاعت:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اس ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا خلاف شریعت امور میں اساتذہ کی اطاعت کی جائے گی یا نہیں؟ تو اس ضمن میں مولانا احمد رضا خان نے یہ بات رقم فرمائی ہے کہ خلاف شریعت امور میں اس کی اطاعت جائز نہیں۔ ویسے بھی مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں۔[40] لیکن اس سلسلے میں ضروری امر یہ ہے کہ ان احکامات کے انکار کے ضمن میں ہمارا طرز عمل کیسا ہونا چاہیے؟ تو اس کی وضاحت آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔

فإنّ المنکر لا یزال بمنکر[41]

کیونکہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔

نافرمانیِ احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے، اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجباتِ شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہِ جہنم ہے۔[42]

یہ حقوق و آداب کیا صرف دینی استاد کے لیے مخصوص ہیں؟

قرآن و احادیث اور اسلامی ذخیرہ ادب میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ مندرجہ بالا حقوق و آداب جو کتب علماء میں بیان کیے گئے ہیں وہ صرف اور صرف دینی عالم اور استاد کے لیے مخصوص ہیں لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دنیوی علوم یا فلسفہ وغیرہ پڑھانے والے اساتذہ کی عزت نہیں کی جائے گی بلکہ ان کی بھی عزت کی جائے گی۔ لیکن یہ بلند مقام و شرف صرف اور صرف دینی استاد کے لیے مخصوص ہے چنانچہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے کہ عالم دین نائب انبیاء ہے اور یہ شرف و عزت صرف دینی علماء کے لیے مخصوص ہے۔[43]

استاد اور باپ میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟

مولانا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک استاد کا حق والدین کے حق سے زائد ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے کیونکہ والدین کے ذریعے بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔ استاد کے حق کو اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے۔[44] عین العلم میں ہے:

یبرّ الوالدین فالعقوق من الکبائر ویقدّم حقّ المعلّم علی حقّھما فھو سبب حیاۃ الروح

والدین کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے؛ کیونکہ ان کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے؛ کیونکہ وہ روح کی زندگی کا ذریعہ ہے۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ "جامع صغیر" کی شرح "تیسیر" میں نقل فرماتے ہیں:

من علم النّاس ذاك خیر أب ... ذاك أبو الرّوح لا أبو النطف[45]

جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے۔

سکندر ذوالقرنین سے کہا گیا کہ تم اپنے استاد کی اس سے زیادہ عزت کرتے ہو جتنا کہ تم اپنے باپ کی عزت کرتے ہو۔ جواب دیا کہ میرا باپ میری حیات فانی کا سبب ہے جب کہ میرا استاد میری حیات باقیہ کا سبب ہے۔[46] چنانچہ استاد کے حقوق کو ادا کرنا بہت ضروری ہے حتی کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کی نافرمانی کو بہت برا امر قرار دیا ہے۔[47] شیعہ علما کا بھی یہی مؤقف ہے کہ استاد کا حق والدین سے زیادہ ہے۔ چنانچہ جامع السعادات میں بھی یہی لکھا گیا ہے[48] اور بھی بکثرت کتب

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

میں یہی مؤقف بیان کیا گیا ہے۔[49] تاہم کچھ علما کو اس سے اختلاف بھی ہے[50] لیکن اکثر علماء کا مؤقف یہی ہے کہ استاد کا حق زیادہ ہے۔ ان میں امام ماوردی، امام غزالی، راغب اصفہانی، ابن داؤد حنبلی، حسین بن محمد المھدی، محمد منیر مرسي، وغیر ھم شامل ہیں۔[51] تاہم ان میں مقابلہ کروانے کی بجائے ان کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی جائے تو بہتر ہے۔

فراغت کے بعد استاد کے حقوق

ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ کیا استاد کا ادب دوران تعلیم کیا جائے یا فراغت کے بعد بھی استاد کا ادب کیا جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ فراغت کے بعد استاد کا ادب پہلے سے بھی زیادہ کیا جائے گا۔ اس لیے کہ طالب علم پر استاد کے احسانات بے شمار ہیں اور اللہ رب العزت نے نعمتوں پر شکر بجالانے کا حکم دیا ہے لہذا طالب علم کو بھی چاہیے کہ استاد کا شکر بجالائے کہ استاد کی ناشکری بڑی بلا اور نحوست ہے۔ اس سے علم کی برکتوں کے زائل ہونے کا ڈر ہے۔ امام احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنیوالی (خدا کی پناہ)، دوجہان کے سردار ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ»[52]

وہ آدمی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا نہیں لاتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔

اس لیے ساری زندگی استاد کا مطیع و فرمانبردار رہے خاص طور پر فراغت کے بعد کہ ابھی کی فرماں برداری ہی معنی رکھتی ہے کیونکہ دوران تدریس تو اکثر مطیع ہوتے ہیں لیکن بعد فراغت بدل جاتے ہیں یا گستاخ و بے ادب پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے بڑھاپے میں والدین کی فرماں برادری کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ جوانی میں تو سبھی فرماں بردار ہوتے ہیں یا یہ کہ جوانی میں خدمت کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی یا والدین جوانی میں طاقت ور ہوتے ہیں اس لیے خوف کی وجہ سے بھی اولاد اطاعت کرتی ہے۔ جب کہ بڑھاپے میں یہ سب امور نہیں ہوتے اس لیے والدین بڑھاپے میں بچوں کی طرح مجبور ہونے کے وقت زیادہ خدمت کے متقاضی ہیں۔ یونہی استاد کی اطاعت بھی فراغت کے بعد زیادہ کرنی چاہیے۔

نتیجہ بحث:۔

متذکرہ بالا امور سے ظاہر ہوتا ہے کہ اساتذہ کے حقوق بہت زیادہ ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا اللہ رب العزت کی توفیق کے بنا ممکن نہیں۔ حتی کہ بعض بزرگوں کے نزدیک استاد کے حقوق والدین سے بھی زائد ہیں اس لیے استاد کے حقوق کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی ان کی نافرمانی یا بے ادبی کرنی چاہیے بلکہ ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا رہے کہ میں والدین کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے حقوق کو بھی ادا کر سکوں۔ بقول شاعر

ہوں مرے ماں باپ یارب جنتی   از طفیل "رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ"
میرے سب استاد بھی احباب بھی   جنۃ الفردوس پا جائیں سبھی
کر دعائے اعظمی یا رب قبول   بہر اصحابِ نبی آلِ رسول[53]

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ زمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار اللہ، م538ھ، اساس البلاغة، تحقيق: محمد باسل عيون السود، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت۔لبنان، الطبعة: الأولى، 1419ھ/1998ء، ج1ص203۔

[2]۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز انار کلی لاہور، سن ندارد، ص571۔

[3]۔ لوئیس معلوف، المنجد، مترجم مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور، سن ندارد، ص166۔

[4]۔ القرآن، سورۃ المعارج، 24:70

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

[5]۔ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، صادر عن: وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ–الکویت، الطبعۃ: من 1404–1427ھ، الطبعۃ الثانیۃ، دار السلاسل–الکویت، ج4ص237۔

[6]۔ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج3ص10۔

[7]۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی، م275ھ، سنن ابو داؤد، المحقق: محمد محیی الدین عبد الحمید الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا–بیروت، ط ندارد، کتاب الطھارۃ، باب کراہیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، ج1ص3، حدیث8۔

[8]۔ النراقی، محمد مہدی، م1209ھ، جامع السعادات (النجف الاشرف: مطبعۃ النجف، 1383ھ/1963ء) ج3ص140

[9] . https://www.banuri.edu.pk/readquestion/ انسان-کے-تین-والدین-ہوتے-ہیں-کیا-یہ-حدیث-ہے/2019-04-04 accessed on 06-06-2024s

[10] ۔ احسان الحق، ڈاکٹر، ودیگر، اسلامیات لازمی (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010ء) ص69۔

[11] ۔ النراقی، محمد مہدی، م1209ھ، جامع السعادات (النجف الاشرف: مطبعۃ النجف، 1383ھ/1963ء) ج3ص140۔

[12]۔ ملتقطاً، نعیمی، احمد یار خان، مفتی، اسلامی زندگی، مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی، ص68۔

[13]۔ القرآن، سورۃ الاحقاف، 46:15۔

[14]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، صحیح بخاری، بَابُ فَضْلِ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، ج4ص14، حدیث2782۔

[15]۔ ترمذی، محمد بن عیسی، م279ھ، جامع ترمذی، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي–مصر، الطبعۃ: الثانیۃ، 1395ھ/1975ء، بَابُ مَا جَاءَ مِنَ الفَضْلِ فِي رِضَا الوَالِدَيْنِ، حدیث1899، ج4ص310۔

[16]۔ کاندھلوی، مولانا محمد زکریا، فضائل صدقات، ج1ص261۔

[17]۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:۔ مناوی، زین الدین عبد الرؤف، م1031ھ، تیسیر شرح جامع صغیر، الناشر: مکتبۃ الإمام الشافعي–الریاض، الطبعۃ: الثالثۃ، 1408ھ/1988ء، حرف الھمزۃ، ج1ص361۔

[18]۔ بریلوی، احمد رضا، مولانا، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، سن ندارد، ج24ص368۔

[19]۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، م273ھ، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي الناشر: دار إحیاء الکتب العربیۃ- فیصل عیسی البابي الحلبي، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، حدیث229، ج1ص83۔

[20]۔ القرآن، سورۃ الرحمن، 2-55:1۔

[21]۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 2:31۔

[22]۔ القرآن، سورۃ النساء، 4:113۔

[23]۔ [23]۔ بریلوی، احمد رضا، مولانا، الحقوق لطرح العقوق، تسہیل و تخریج بنام "والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق"، مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی، اشاعت 1427ھ/2006ء، ص79۔

[24]۔ احمد بن حنبل، امام، 241ھ، المسند للإمام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولی، 1421ھ/2001ء،، مسند البصریین، الحدیث: ٢٠٦٧٨، ج٧، ص٣٦٣۔

[25]۔ علوان، شیخ عبد اللہ ناصح، اسلام اور تربیت اولاد، مترجم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار، مکتبۃ الحبیب کتب مارکیٹ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، اشاعت سوم 1415ھ/1995ء، ج1ص382۔

[26]۔ اعظمی، امجد علی، مولانا، بہار شریعت، مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی، ح16ص628۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

27۔ القرآن، سورۃ الحجرات، 49:4۔

28۔ عبد المصطفی اعظمی، مولانا، جنتی زیور، مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی، ص388۔

29۔ بخاری، صحیح بخاری، بابٌ: مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ، ج1 ص12، حدیث13۔

30۔ بخاری، صحیح بخاری، بابٌ: أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ؟، ج1 ص11، حدیث11۔

31۔ ترمذی، سنن ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْمِيتِ العَاطِسِ، ج5 ص80، حدیث2736۔

32۔ ترمذی، سنن ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْمِيتِ العَاطِسِ، ج5 ص80، حدیث2737۔

33۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ج9 ص259، حدیث5338۔

34۔ مسلم، صحیح مسلم، بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ لِلْمُسْلِمِينَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، ج4 ص2094، حدیث87(2732)۔

35۔ بریلوی، احمد رضا، مولانا، فتاوی رضویہ (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، س۔ن) ج23 ص692۔

36 . See please: https://www.banuri.edu.pk/readquestion/gair-muslimo-say-duniyawi-funoon-hasil-karna-144207201275/07-03-2021 accessed on 11-06-2024

37 . https://thefatwa.com/urdu/questionID/3487/غیر-مسلم-استاد-سے-ملاقات-کے-آداب-کیا-ہیں/#gsc.tab=0 accessed on 11-06-2024

38۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، آداب زندگی 51۔

39۔ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، بَابُ لَا يَقُولُ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي، ج4 ص295، حدیث4977۔

40۔ احمد بن حنبل، امام، 241ھ، المسند للإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421ھ/2001ء، مسند البصریین، الحدیث: ۲۰۶۷۸، ج۷، ص ۳۶۳۔

41۔ احمد رضا، الحقوق لطرح العقوق، تسہیل و تخریج بنام "والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق"، ص79۔

42۔ بریلوی، احمد رضا، مولانا، الحقوق لطرح العقوق، تسہیل و تخریج بنام "والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق"، مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی، اشاعت 1427ھ/2006ء، ص79۔

43۔ احمد رضا، الحقوق لطرح العقوق، تسہیل و تخریج بنام "والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق"، ص79۔

44۔ احمد رضا، فتاویٰ رضویہ، ج23 ص638۔

45۔ مناوی، زین الدین عبد الرؤف، م1031ھ، تیسیر شرح جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ج1 ص361۔

46۔ الراغب الأصفهاني، أبو القاسم الحسين بن محمد، م502ھ، محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء (بیروت: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، 1420ھ) ج1 ص66۔

47۔ احمد رضا، الحقوق لطرح العقوق، تسہیل و تخریج بنام "والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق"، ص86۔

48۔ النراقی، جامع السعادات، ج3 ص140

49۔ الماوردي، أبي الحسن محمد حبيب، أدب الدنيا والدين، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1411ھ) ص77۔

50 . See please: https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/2170/کیا-باپ-کا-حق-استاد-سے-زیادہ-ہے/#gsc.tab=0 accessed on 11-06-2024

[51]۔الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الطوسي، م 505ھ، میزان العمل (مصر: دار المعارف،1964ء) ص 363؛ ابن داود الحنبلي، عبد الرحمن بن أبي بكر الدمشقي الصالحي، م856ھ، الكنز الأكبر من الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (بيروت: دار الكتب العلمية، 1417ھ / 1996ء) ص 101؛ المهدي، حسين بن محمد، صيد الأفكار في الأدب والأخلاق والحكم والأمثال (الجمهورية اليمنية: وزارة الثقافة، 2009ء) ج 1 ص 26؛ مرسي، محمد منير، التربية الإسلامية أصولها وتطورها في البلاد العربية(بيروت: عالم الكتب، 1425ھ / 2005ء) ص 373؛ الشُّريشي، أبو عباس أحمد بن عبد المؤمن بن موسى القَيْسي، م 619ھ، شرح مقامات الحريري (بيروت: دار الكتب العلمية، 1427ھ /2006ء) ج3 ص397۔

[52] ۔ابو داوٗد، سنن ابو داوٗ، بَابٌ فِي شُكْرِ الْمَعْرُوفِ، ج4 ص255، حدیث 4811۔

[53]۔عبد المصطفی اعظمی، مولانا، بہشت کی کنجیاں، مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی، ص240۔